عبدالرشید

غزوات نبوی پر ایک نظر

اس سے پہلے کہ ہم اسلامی غزوات پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں مناسب ہوگا کہ لفظ غزوہ کا مختصر تعارف پیش کریں اور ان حالات کا جائزہ لیں جس کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنی مدافعت کے لیے تلوار اٹھانی پڑی ۔

مؤرخین نے غزوہ کے لفظ کو اس قدر وسعت دی ہے کہ امن و امان قائم رکھنے کے لیے دو چار آدمی بھی کہیں بھیج دیے گئے تو اس کو بھی انھوں نے غزوہ میں شمار کر لیا ۔ غزوہ کے علاوہ ایک اور لفظ سریہ ہے ۔ ان میں فرق یہ ہے کہ غزوہ میں کم سے کم آدمیوں کی ایک خاص تعداد ضروری ہے ۔ سریہ میں کوئی قید نہیں ، ایک آدمی بھی کہیں لڑائی کی دیکھ بھال کو بھیج دیا گیا تو یہ بھی سریہ ہے ۔ بعض کے نزدیک یہ شرط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس اس میں شرکت کی ہو ۔[1] غزوات کی تعداد بعض کے نزدیک انیس اور بعضوں کے ہاں تیس ہے جن میں سے نو میں جنگ کی نوبت آئی باقی میں نہیں ۔

اسلام اور مسلمانوں کی یہ کتنی بدنصیبی ہے کہ جہاد بالسیف کا مسئلہ ایک صاف اور سادہ ہونے کے باوجود ایک پیچیدہ اور معمہ بن گیا ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام نے ابتداء تلوار کے سائے میں پرورش پائی جو ہر

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے سیرت النبی از شبلی : ۱ : ۵۸۷ ، سیرت خاتم الانبیاء : ۴۲ ۔

اُس شخص کے سر پر اٹھتی تھی جو مسلمان ہونے سے انکار کرتا تھا ۔ اور مسلمانوں کا یہ مذہبی فرض تھا کہ وہ تلوار کے زور سے لوگوں کو مسلمان بنائیں ۔ یہ خیال حقیقت سے کس قدر بعید اور صحیح تاریخی واقعات کے خلاف ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے جو کچھ کیا وہ صرف دفاع کی خاطر کیا اور وہ بھی اس وقت جب کہ قریش مکہ اور ان کی شہ پر دوسرے قبائل عرب کی معاندانہ کاروائیاں اس حد تک پہنچ چکی تھیں کہ ان کے مقابلے میں مسلمانوں کا خاموش رہنا اور اپنی حفاظت کے لیے ہاتھ نہ اٹھانا خود کشی کے مترادف ہو ۔ جسے کوئی عقل مند انسان بنظر استحسان نہیں دیکھ سکتا ۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دفاعی جنگ میں جو کارروائیاں بھی کیں وہ آئندہ حالات کے تحت نہ صرف بالکل جائز اور درست تھیں بلکہ جنگی ضابطۂ اخلاق کا جو معیار آپ نے مقرر فرمایا وہ آج بھی دنیا کے لیے مشعلِ راہ ہے جس سے زیادہ سختی اور سزا کی طرف میلان عدل اور رحم کے منافی ہے اور جس سے زیادہ نرمی اور رواداری دنیا کے امن کے لیے سمِ قاتل ہے درحقیقت اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ فطرت کا مذہب ہے اس لیے نہ وہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہر صورت میں ہر گناہ اور ہر جرم کی سزا ہونی چاہیے اور نہ یہ سکھاتا ہے کہ کسی حالت میں بھی بدی کا مقابلہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ہر دو تعلیمات افراط و تفریط کی راہیں ہیں ۔ ان پر عمل کرنے سے کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا ۔

کیا اسلام میں مذہب کے بارے میں جبر جائز ہے :

اسلام کے ابتدائی غزوات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے قبل یہ ضروری ہے کہ ہم اس بات کا بغور مطالعہ کریں کہ اسلام مذہبی معاملات میں جبر کے متعلق کیا تعلیم دیتا ہے ؟ یعنی کیا اسلامی تعلیم

کی رو سے یہ جائز ہے کہ لوگوں کو جبراً اسلام میں بھرتی کیا جائے اور تلوار کے ذریعے اسلام پھیلایا جائے ۔ اگر اسلام جبر کی تعلیم دیتا تو معاملہ کچھ متشبہ ہو جاتا لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے بلکہ قرآن و حدیث کے شواہد اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلامی تعلیم کی رو سے مذہب میں جبر ممنوع ہے ۔ اس لیے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ غزوات نبوی کی وجوہات کچھ اور ہی ہو سکتی ہیں کیونکہ یہ ہرگز ممکن نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ زبان سے کچھ کہتے ہوں اور عملاً اس کی مخالفت کرتے ہوں ۔

جس وقت ہم قرآن کریم پر ایک نظر ڈالتے ہیں وہاں صریح طور پر جبر و اکراہ کے خلاف احکامات پائے جاتے ہیں ۔ ارشادِ ربانی ہے ۔

قل الحق من ربکم فمن شاء فلیومن و من شاء فلیکفر

آپ کہہ دیجیے حق تمہارے پروردگار کی طرف سے آ چکا ہے سو جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کافر رہے ۔

دوسری جگہ ارشادِ باری ہے :

قل یٰایھا الناس قد جاءکم الحق من ربکم فمن اھتدی فانما یھتدی لنفسه و من ضل فانما یضل علیھا و ماانا علیکم بوکیل ۔

آپ کہہ دیجیے اے لوگو ! تمہارے پاس حق تمہارے پروردگار کی طرف سے پہنچ چکا ، سو جو کوئی راہِ ہدایت پر آ جائے وہ بس اپنے ہی لیے ہدایت پائے گا اور جو کوئی بھٹکا رہے گا اس کے بھٹکنے کا وبال اسی پر رہے گا ۔ اور میں تمہارے اوپر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں ۔

تیسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی

دین کے بارے میں کسی کا جبر نہیں ، بلاشبہ ہدایت کی راہ
گمراہی کے راہ سے الگ نمایاں ہو گئی ہے -

ان آیات کی تشریح ایک حدیث سے ہوتی ہے کہ جب بنو نضیر مدینے سے جلا وطن کیے گئے تو ان میں وہ لوگ بھی تھے جو انصار کی اولاد تھے انصار نے انھیں روک لینا چاہا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرآنی احکامات کے مطابق کہ دین میں جبر نہیں ہے انصار کو منع فرمایا کہ ایسا نہ کریں -

مندرجہ بالا شواہد اس بات کا قطعی ثبوت ہیں کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے دین کے معاملے میں جبر بالکل جائز نہیں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ لوگوں کو جبراً مسلمان بنانے کے لیے تلوار ہاتھ میں لے کر نکلتے تو پھر کیا کفار اس صورت میں یہ اعتراض نہ کرتے کہ تم اپنے خدا کے کلام میں تو جبر کے خلاف احکامات سناتے ہو اور خود جبر کرتے پھرتے ہو - مگر تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ کفار کی طرف سے یہ اعتراض کبھی نہیں ہوا - حالانکہ وہ معمولی معمولی باتوں کے متعلق دل کھول کر اعتراضات کرتے تھے -

صلح کے زمانہ میں مسلمانوں کو غیر معمولی ترقی ہوئی :

ایک اہم نکتہ غورِ طلب یہ ہے کہ آیا صلح کے زمانے میں اسلام کو زیادہ ترقی ہوئی یا جنگ کے ایام میں - اگر یہ ثابت ہو جائے کہ صلح کے زمانے میں اسلام نے غیر معمولی سرعت سے ترقی کی تو یہ ہمارے دعوے کا قطعی ثبوت ہوگا کہ یہ غزوات جبری اشاعت کی خاطر نہ تھے -

تاریخِ اسلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہجرت کے دوسرے سال جنگ کا آغاز ہو چکا تھا اور صلح حدیبیہ ہجرت کے چھٹے سال میں ہوئی - قریش کے ساتھ مسلمانوں کی پہلی لڑائی رمضان ۲ھ میں ہوئی اس میں مسلمانوں کی تعداد تین سو سے کچھ زیادہ تھی - دوسری لڑائی ۳ھ میں ہوئی جس میں

مسلمانوں کی تعداد سات سو تھی - تیسری لڑائی ۵ھ میں ہوئی جو غزوہ احزاب یا خندق کے نام سے مشہور ہے اس میں مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی[1] اس کے بعد ۶ھ میں صلح حدیبیہ ہوئی جس میں ڈیڑھ ہزار[2] مسلمان شامل ہوئے - گویا چار پانچ سالہ جنگی دور کے آخری دنوں میں مسلمانوں کی تعداد تین سو سے ڈیڑھ ہزار تک پہنچی تھی اور اگر غزوہ خندق کی تعداد بھی ملا دی جائے تو تین ہزار تک پہنچی تھی - اس کے بعد صلح کا زمانہ شروع ہوا اور تقریباً پونے دو سال تک صلح رہی لیکن اس صلح کے زمانہ میں غیر معمولی سرعت سے اسلام کو ترقی ہوئی اسی تعداد سے معلوم کی جا سکتی ہے کہ فتح مکہ کے موقعے پر جو رمضان ۸ھ میں ہوا مؤرخین کا اتفاق ہے کہ اس غزوہ میں اسلامی لشکر کی تعداد دس ہزار[3] نفوس پر مشتمل تھی گویا چار پانچ سالہ جنگ کے زمانے میں مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تک پہنچی اور پونے دو سال کے مختصر عرصے میں یہ تعداد دس ہزار نفوس تک پہنچ گئی - یہ اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ لڑائیاں اسلام کی جبری اشاعت کی خاطر نہ تھیں -

وجوہاتِ جنگ :

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی ضرورت کیوں ہوئی اور مسلمانوں کو کن حالات میں کن لوگوں کے خلاف جنگ کرنے کی اجازت دی گئی اس کی آخر کیا وجوہات ہیں ؟

اس سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں جو جو مظالم قریش نے مسلمانوں پر کیے اور جتنی تدابیر اسلام کو مٹانے کی انہوں نے اختیار کیں یہ کوئی دو قوموں میں

۱- سیرت النبی : ۱ : ۴۲۱ ، سیرت خاتم الانبیاء : ۹۳ -
۲- سیرت النبی : ۱ : ۴۴۹ ، سیرت خاتم الانبیاء : ۹۴ -
۳- سیرت النبی : ۱ : ۵۱۳ ، سیرت خاتم الانبیاء : ۹۹ -

جنگ چھوڑ جانے کا کافی مہیّج تھیں - تاریخ سے ثابت ہے کہ سخت تحقیر آمیز استہزاء اور نہایت دل آزار طعن و تشنیع کے علاوہ کفار مکہ نے مسلمانوں کو خدائے واحد کی عبادت اور توحید کے اعلان سے جبراً روکا اور ان کو نہایت بے دردی سے مارا اور پیٹا اور بعض کو ظالمانہ طور پر قتل کیا - ان کی عورتوں کی بے حرمتی کی جس کی وجہ سے بہت سے مسلمان مکہ چھوڑ کر حبشہ ہجرت کر گئے لیکن قریش اس پر بھی راضی نہ ہوئے اور نجاشی کے دربار میں ایک وفد بھیج کر یہ کوشش کی کہ کسی طرح یہ مہاجرین پھر مکہ واپس آ جائیں اور ان کا تختہ مشق بنے رہیں - پھر مسلمانوں کے آقا و سردار کو جنھیں مسلمان اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے تھے سخت تکالیف پہنچائی گئیں اور بالآخر مکہ کے قومی پارلیمنٹ میں سارے قبائل قریش نے باتفاق یہ فیصلہ کیا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے تاکہ اسلام کا نام و نشان مٹ جائے - اور پھر اس خونی قرار داد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے نوجوانانِ مکہ جو مختلف قبائل قریش سے تعلق رکھتے تھے رات کے وقت آپ کے مکان پر حملہ آور ہوئے -

کیا یہ مظالم اور خونی قراردادیں قریش کی طرف سے اعلان جنگ کا حکم نہیں رکھتیں - کیا ان واقعات کے ہوتے ہوئے کوئی عقل مند انسان یہ خیال کر سکتا ہے کہ قریش مکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار نہ تھے - کیا دنیا کی کوئی باغیرت قوم جو خودکشی کا ارادہ نہ کر چکی ہو ان حالات کے ہوتے ہوئے اس قسم کے الٹی میٹم کے قبول کرنے سے پیچھے رہ سکتی ہے - یقیناً اگر مسلمانوں کی جگہ کوئی اور قوم ہوتی تو وہ اس سے بہت پہلے میدانِ جنگ میں اتر آتی مگر مسلمانوں کو ان کے آقا کی طرف سے صبر اور عفو کا حکم تھا - چنانچہ صحابہ کرام نے دین کی خاطر ہر قسم کی تکالیف برداشت کیں حتیٰ کہ قریش کے مظالم کا پیمانہ لبریز ہو گیا - اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو حکم دیا کہ اس بستی سے

نکل جا - پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت قریش کے الٹی میٹم کے قبول کیے جانے کی علامت تھی اور اس میں خداوند تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ کا ایک مخفی اشارہ تھا جسے مسلمان اور کفار دونوں سمجھتے تھے -

ذیل میں ہم ان چند اہم غزوات کے متعلق ایک تنقیدی جائزہ پیش کرنا چاہتے ہیں - اس موقع پر اس بات کو واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس مضمون میں ہمارا مقصد قارئین کے سامنے کوئی نئی تحقیق پیش کرنا نہیں ہمارا انداز محض بیانی ہے اور محض ان واقعات کا ایک اعادہ مقصود ہے جو ایک مسلمان کے لیے ذہنی تشفی ، روحانی تسکین اور قلبی اطمینان کا موجب ہوتے ہیں جن کو پڑھ کر ایک مسلمان کا ایمان تازہ ہوتا ہے اور اس کے وہم و شعور میں گردش کرنے والے شکوک و شبہات زائل ہو جاتے ہیں - دل کی دنیا نکھر جاتی ہے - نظر کو روشنی نصیب ہوتی ہے ، ذہن کو جلا ملتا ہے یہ ہے - وہ مطمحِ نظر اور یہ ہے وہ مقصد جس کے تحت ہم غزوات کا ایک مختصر جائزہ پیش کر رہے ہیں -

۱- غزوۂ بدر:

بدر ایک گاؤں کا نام ہے جہاں سال کے سال میلہ لگتا تھا - یہ مقام اس نقطے کے قریب ہے جہاں شام سے مدینے جانے کا راستہ دشوار گزار گھاٹیوں میں سے ہو کر گزرتا ہے - بقول ڈاکٹر حمید اللہ کہ یہ مدینہ منورہ کے جنوب مغرب میں بندرگاہ الجار سے ایک شبانہ منزل پر واقع ہے -[۱] لیکن علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ مدینہ منورہ سے تقریباً ۸۰ میل کے فاصلے پر ہے -[۲]

جیسا کہ معلوم ہے کہ قریش نے ہجرت کے بعد ہی مدینے پر حملے

۱- اُردو دائرہ معارف اسلامیہ : ۳ : ۱۵۳ -

۲- دیکھیے سیرت النبی : ۱ : ۳۱۵ -

کی تیاریاں شروع کی دی تھیں ۔ عبداللہ بن ابی کو انھوں نے خط لکھ کر بھیجا کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دو یا ہم آ کر ان کے ساتھ تمھارا بھی فیصلہ کر دیتے ہیں ۔ قریش کے چھوٹے چھوٹے گروہ مدینے کے گرد چکر لگایا کرتے تھے ۔ اسی سلسلے میں عمرو بن الحضرمی کے قتل کا واقعہ رجب ۲ھ میں پیش آیا اس سے قریش مکہ بڑے مشتعل ہوئے اور بقول ابن خلدون عمرو بن الحضرمی کے قتل سے جنگِ بدر کی تمہید پڑی ۔[1] اس دوران ابوسفیان قافلے تجارت کے ساتھ شام گیا اور ابھی وہ شام میں تھا کہ یہ خبر وہاں مشہور ہو گئی کہ مسلمان قافلہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں قریش کے غیظ و غضب کے بادل بڑے زور و شور سے اٹھے اور تمام عرب پر چھا گئے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو آپ نے صحابہ کرام کو جمع کیا اور واقعہ کا اظہار فرمایا غرض ۱۲ رمضان المبارک کو آپ تقریباً (۳۱۳) تین سو تیرہ جان نثاروں کے ساتھ شہر سے نکلے ۔

مکہ معظمہ سے قریش بڑے ساز و سامان سے نکلے تھے ۔ ہزار آدمی کی جمعیت تھی ۔ سو سواروں کا رسالہ تھا ۔ رؤسائے قریش سب شریک تھے ۔ عتبہ بن ربیعہ جو قریش کا سب سے معزز رئیس تھا فوج کا سپہ سالار تھا ۔ قریش کو بدر پہنچ کر جب معلوم ہوا کہ ابوسفیان کا قافلہ زد سے نکل گیا ہے تو قبیلہ زہرہ اور عدی کے سرداروں نے کہا ''اب لڑنا ضروری نہیں ۔''

لیکن ابوجہل نہ مانا ۔ زہرہ اور عدی کے لوگ واپس چلے گئے باقی فوج آگے بڑھی ۔ قریش چونکہ پہلے پہنچ گئے تھے اس لیے انھوں نے مناسب مقامات پر قبضہ کر لیا تھا لیکن مسلمانوں کی طرف کوئی چشمہ یا کنواں نہ تھا ۔ حضرت حباب بن منذر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

۱۔ تاریخ ابن خلدون : ۱ : ۳۲۳ ۔

میں عرض کی کہ جو مقام انتخاب کیا گیا ہے وحی کی رو سے ہے یا فوجی تدبیر سے - ارشاد ہوا : ''وحی نہیں ہے -''

حضرت حبابؓ نے کہا تو بہتر ہوگا کہ آگے بڑھ کر چشمے پر قبضہ کر لیا جائے آپ نے یہ رائے پسند فرمائی اور اسی پر عمل کیا گیا قریش جنگ کے لیے بے تاب تھے - صبح ہوتے ہی آپ نے صف آرائی شروع کی - دست مبارک میں ایک تیر تھا اس کے اشارے سے صفیں قائم کرتے تھے - یہ عجیب منظر تھا کہ اتنی بڑی وسیع دنیا میں توحید کی امانت کے لیے ان مٹھی بھر جان نثاروں کو منتخب کیا گیا تھا چنانچہ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی - مسلمانوں میں سے صرف چودہ صحابہ نے جام شہادت نوش کیا جن میں ۶ مہاجر اور باقی انصار تھے -

غزوہ بدر کی اہمیت :

غزوہ بدر کا اثر کافروں اور مسلمانوں دونوں کے لیے نہایت گہرا اور دیرپا ہوا - اس لیے تاریخ اسلام میں اس غزوہ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے حتیٰ کہ قرآن کریم میں اس غزوہ کا نام یوم الفرقان ہے - بے شک غزوہ بدر کے بعد بھی قریش اور مسلمانوں میں باہم لڑائیاں ہوئیں اور سخت سے سخت ہوئیں لیکن غزوہ بدر میں کفار مکہ کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی جسے بعد کا کوئی جراحی عمل مستقل طور پر درست نہیں کر سکا - کیونکہ اس غزوہ میں ان کے بڑے بڑے سردار تہہ تیغ ہو چکے تھے جو قریش کی قومی زندگی کے روح رواں تھے - نیز اس عظیم الشان اور غیر متوقع فتح کی وجہ سے قبائل عرب پر مسلمانوں کا ایک قسم کا رعب بیٹھ گیا - دوسرے مسلمانوں کی ہمتیں بھی بلند ہو گئیں - منافقین مدینہ مرعوب ہو کر دب گئے - بدر کا مشرکین مدینہ پر بھی بہت اثر پڑا وہ اسلام کی حقانیت کے قائل ہو گئے اور اس کے بعد مدینے سے بت پرستی کا عنصر بڑی سرعت کے ساتھ کم ہونا شروع ہو گیا - یہ لڑائی درحقیقت شوکت اسلام کا

سنگِ بنیاد تھی جو لوگ ظاہری ساز و سامان کو فتح اور کامرانی کا ذریعہ سمجھتے ہیں ان کو اس جنگ سے عجیب و غریب سبق مل سکتا ہے ۔

۲۔ غزوہ احد :

غزوہ بدر میں شکست کھانے کے بعد اور اپنے مقتولین کے ماتم سے فراغت کے بعد مشرکینِ مکہ کو مسلمانوں سے بدلہ لینے کی جرأت ہوئی ، اور یہ سب ابوسفیان کے پاس گئے اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہماری قوم کا خاتمہ کر دیا ہے اس لیے اب انتقام کا وقت ہے جو بالاتفاق منظور کر لی گئی ۔ حضرت عباسؓ جو اسلام لا چکے تھے لیکن اب تک مکہ ہی میں مقیم تھے ۔ انھوں نے تمام حالات لکھ کر ایک تیز رو قاصد کے ہاتھ مدینہ بھیج دیے ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ۵ شوال ۳ھ کو دو مخبر بھیجے جنھوں نے اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینے کے قریب آ گیا ہے اور مدینے کی چراگاہ کو ان کے گھوڑوں نے صاف کر دیا ہے ۔

قریش بدھ کے روز مدینے کے قریب پہنچے اور کوہ احد پر پڑاؤ ڈالا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ جمعہ پڑھ کر ایک ہزار صحابہ کے ساتھ شہر سے نکلے لیکن منافقین کی واپسی کے بعد صرف سات سو باقی رہ گئے ۔ ان میں ایک سو زرہ پوش تھے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی ۔ حضرت مصعب بن عمر کو علم عنایت کیا ۔ حضرت زبیر بن العوام رسالہ کے افسر مقرر ہوئے ۔ پشت کی طرف احتمال تھا کہ کہیں دشمن اس طرف سے حملہ نہ کرے اس لیے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین فرمایا اور حکم دیا کہ گو ہمیں فتح ہو جائے لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں ۔ حضرت عبداللہؓ بن جبیران تیر اندازوں کے افسر مقرر ہوئے ۔

جب عام جنگ شروع ہوئی تو حضرت حمزہؓ ، حضرت علیؓ اور

حضرت ابودجانہ نے شجاعت و بہادری کے کارہائے نمایاں انجام دیے جس سے لڑائی کا پلہ مسلمانوں ہی کی طرف بھاری تھا اور دشمن کی فوجوں کے پاؤں اکھڑ گئے لیکن ساتھ ہی مسلمانوں نے لوٹ شروع کر دی یہ دیکھ کر تیر انداز جو پشت پر مقرر کیے گئے تھے وہ بھی غنیمت کی طرف جھکے ۔ حضرت عبداللہ بن جبیر نے بہت روکا لیکن وہ نہ رکے جس کی وجہ سے خالد نے پیچھے کی طرف سے حملہ کیا ۔ لوگ لوٹنے میں مصروف تھے ۔ مڑ کر دیکھا تو سر پر تلواریں برس رہی تھیں ۔ حضرت مصعبؓ بن عمر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم سے صورت میں مشابہ تھے ابن قمیہ نے ان کو شہید کر دیا ۔ مشہور ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت پائی ۔ اس سے عام بدحواسی چھا گئی ۔ اکثر صحابہ بھاگ کھڑے ہوئے اور صرف گیارہ جان نثار صحابہ آپ کے پہلو میں باقی رہ گئے ۔ آپ کی وفات کی خبر مدینے میں پہنچی تو مخلصین صحابہ نہایت بیتابی سے دوڑے ۔

ابوسفیان نے کہا آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے ۔ مسلمانوں کے ستر آدمی مارے گئے جن میں زیادہ تر انصار تھے ۔

غزوہ احد کا جائزہ :

نظم اور ڈسپلن تحریکوں کی اصل طاقت ہوتا ہے اور پھر ہر قسم کے مقابلوں میں اس کی اہمیت اساسی ہے نظم اور ڈسپلن کی بنیاد اس اخلاقی صفت پر استوار ہوتی ہے جس کا نام صبر ہے یعنی اپنے اوپر اتنا قابو ہونا کہ خوف و نقصان اور مفادات کے مقابلے میں ثبات اور جماؤ برقرار رہے ۔ یہ جماعت چونکہ زیر تربیت تھی ۔ احد سے قبل ایک ہی معرکہ پیش آیا تھا ۔ اس لیے لغزش ہو گئی ۔ کوئی بھی انسانی جماعت کسی نظریے پر لیا کردار تعمیر کرتے ہوئے لغزشوں سے بالکل محفوظ رہ کر کمال حاصل نہیں کر سکتی ۔ اس سبق نے انہیں یہ بھی نکتہ سمجھا دیا کہ اللہ تعالیٰ

کے قوانین نہایت بے لاگ طریقے سے کام کرتے ہیں اور اگر ان کو توڑا جائے تو بہترین انسان بھی عقوبت سے بچ نہیں سکتے ۔

اس معرکہ پر قرآن کریم نے مفصل تبصرہ کرتے ہوئے ان کمزوریوں پر شدید گرفت کی اور ان کو صبر پر کاربند ہونے کی تلقین کی ۔ چنانچہ ارشاد ہوا :

اذتصعدون و لا تلوون علی احد والرسول یدعوکم فی آخریٰکم فاثابکم غمابغم لکیلا تحزنوا علی مافاتکم و لا ما أصابکم و الله خبیر بما تعملون : ال عمران : ۱۵۲ -

ترجمہ یاد کرو جب تم بھاگے چلے جا رہے تھے ۔ کسی طرف پلٹ کر دیکھنے تک کا ہوش تمھیں نہ تھا اور رسول تمھارے پیچھے تم کو پکار رہے تھے ۔ اس وقت تمھاری اس روش کا بدلہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں یہ دیا کہ رنج پر رنج دیے تا کہ آئندہ کے لیے تمھیں سبق ملے اور جو کچھ تمھارے ہاتھ سے جائے یا جو مصیبت تم پر نازل ہو اس پر ملول نہ ہو ۔ اللہ تمھارے سب اعمال سے با خبر رہے ۔

نیز اس معرکے میں حضور کے مٹھی بھر رفقاء نے جس سرفروشانہ محبت اور والہانہ فداکاری کا مظاہرہ کیا اس کا تصور بھی رہتی دنیا تک عالمِ اسلام کو اپنی تابانیوں سے منور کرتا رہے گا ۔

۳۔ غزوہ احزاب :

بنو نضیر مدینے سے نکل کر جب خیبر پہنچے تھے تو انھوں نے ایک بڑی سازش شروع کر دی تھی ۔ ان کے سرداروں نے قریش سے مل کر کہا اگر تم ہمارا ساتھ دو تو اسلام کا استیصال کیا جا سکتا ہے ۔ قریش اس کے لیے پہلے ہی تیار تھے ۔ اس کے بعد یہ لوگ قبیلہ عظفان کے پاس گئے وہ بھی تیار ہو گئے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبریں سنیں تو صحابہ سے مشورہ کیا ۔ حضرت سلمان فارسی ایرانی ہونے کی وجہ سے خندق کے طریقہء جنگ سے واقف تھے ۔ انھوں نے رائے دی کہ کھلے میدان میں مقابلہ کرنا قرین مصلحت نہیں اس لیے ایک محفوظ مقام میں لشکر جمع کیا جائے اور اس کے گرد خندق کھود لی جائے ۔ تمام لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا اور خندق کھودنے کے آلات مہیا کیے گئے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین ہزار صحابہ کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر اس مقام میں خندق تیار کرائی اور اس طرح دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم کی جو بیس دن میں تین ہزار متبرک ہاتھوں سے انجام پائی ۔

قریش ، یہود اور قبائل عرب کی دس ہزار[1] فوجیں تین حصوں میں تقسیم ہو کر مدینے کے تین طرف اس زور شور سے حملہ آور ہوئیں کہ مدینہ کی زمین دہل گئی ۔ تقریباً ایک ماہ تک اس سختی سے محاصرہ رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ پر تین تین فاقے گزر گئے چونکہ محاصرین خندق کو عبور نہیں کر سکتے تھے اس لیے دور سے تیر اور پتھر برساتے تھے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے مختلف حصوں پر فوجیں تقسیم کر دی تھیں جو محاصرین کے حملوں کا مقابلہ کرتی تھیں ۔ ایک حصہ خود آپ کے اہتمام میں تھا ۔ حملے کا دن بہت سخت تھا تمام دن لڑائی رہی ۔ کفار ہر طرف سے تیر اور پتھروں کا مینہ برسا رہے تھے جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ عیلہ وسلم کی متواتر چار نمازیں قضا ہوئیں ۔ مسلسل تیر اندازی اور سنگ باری سے جگہ سے ہٹنا ناممکن تھا ۔

محاصرہ جس قدر طویل ہوتا جاتا تھا محاصرہ کرنے والے ہمت ہارتے جاتے تھے ۔ دس ہزار آدمیوں کو رسد پہنچانا آسان کام نہ تھا ۔ پھر سردی کے باجود اس زور کی ہوا چلی کہ طوفان آ گیا ۔ خیموں کی طنابیں

۱- سیرت النبی : ۱ : ۴۴۳ -

اکھڑ گئیں - کھانے کے دیگچے جولھوں سے الٹ گئے - بہر حال موسم کی سختی اور محاصرے کا امتداد آندھی کا زور، رسد کی قلت یہ تمام اسباب جمع ہو گئے تھے کہ قریش کے پاؤں ٹک نہ سکے - ابوسفیان نے حالات کا جائزہ لے کر کہا کہ اب محاصرہ بیکار ہے - یہ کہہ کر طبل رحیل بجنے کا حکم دیا اور مدینے کا افق ۲۰ - ۲۲ دن تک غبار آلود رہ کر صاف ہو گیا -

غزوہ احزاب کا جائزہ :

اس غزوہ میں مسلم رضا کاروں کا وہ والہانہ طرزِ عمل قابل داد ہے جس میں انھوں نے اتنے خوف ناک حالات میں بحیثیت مجموعی صبر و ثبات کا مظاہرہ کیا - حضور علیہ السلام نے اولین معرکہ ہی سے جنگی نظم کی تربیت دی تھی اس لیے غزوہ خندق میں نظم کا پہلو خاصا مضبوط تھا - خندق کی کھدائی انتہائی نظم اور تقسیمِ کار سے کی گئی تھی - پھر اس کی نگرانی کے لیے اور محاذ پر قابو رکھنے کے لیے جا بجا چوکیاں قائم کی گئیں - اور پہرے کی باریاں مقرر تھیں -

نیز اس غزوہ میں جب ہم حضور علیہ السلام کو خندق کے ایرانی طریق دفاع کو کھلے دل سے قبول کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ مادی ذرائع و وسائل ، عملی فنون اور تجربی تدابیر کا لین دین ساری انسانیت کے درمیان کھلا رکھا گیا ہے اس دائرے میں دوسری قوموں اور تہذیبوں سے استفادہ لازم ہے - ایک مسلم ریاست اور اس کی قیادت کا یہ دینی فریضہ ہے کہ وہ وقت کے زیادہ سے زیادہ مؤثر ذرائع کو کام میں لائے - عملی فنون میں اپنے باشندوں کو پیش پیش رکھے -

۴- غزوہ خیبر :

خیبر جس کے معنی قلعے کے ہیں یہ مقام مدینہ منورہ سے آٹھ منزل

پر ہے ۔ یہ عرب میں یہود قوت کا سب سے بڑا مرکز تھا مدینے سے جب رؤسا بنو نضیر جلا وطن ہو کر خیبر میں آباد ہوئے تو انھوں نے تمام عرب کو اسلام کی مخالفت پر برانگیختہ کیا ۔ خیبر اب اسلام کا سب سے بڑا حریف اور اسلام کے لیے سب سے زیادہ خطرناک تھا ۔ خیبر کے یہود ادھر تو غطفان سے اسلام کے مقابلے کے لیے سازش کر رہے تھے ادھر مدینے کے منافقین ان کو مسلمانوں کی خبریں پہنچاتے تھے ۔

اب تک جو لڑائیاں ہوئیں محض دفاعی تھیں یہ پہلا غزوہ ہے جس میں غیر مسلم رعایا بنائے گئے اور طرزِ حکومت کی بنیاد پڑی گویا یہ اسلام کا پہلا مفتوحہ علاقہ ہے ۔ عرض آپ غطفان اور یہود کے حملے کی مدافعت کے لیے مدینے سے روانہ ہوئے۔ فوج کی تعداد ۱۶۰۰ : جن میں دو سو سوار اور باقی پیدل تھے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود جنگ نہ تھا ۔ لیکن جب یہود نے ساز و سامان سے جنگ کی تیاری کی تو آپ نے صحابہ کو مخاطب کر کے وعظ فرمایا اور جہاد کی ترغیب دی ۔ خیبر میں چھ قلعے تھے ۔ سب سے پہلے قلعہ ناعم پر فوجیں بڑھیں ۔ حضرت محمودؓ بن مسلمہ نے بڑی دلیری سے حملہ کیا اور دیر تک لڑتے رہے ۔ ناعم کے بعد اور قلعے آسانی سے فتح ہو گئے ۔ لیکن قلعہ قموص مرحب کا تخت گاہ تھا جس پر کامیابی نہ ہو سکی ۔ جب مہم میں زیادہ دیر ہوئی تو ایک دن شام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کل میں اس شخص کو علم دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا ۔ صبح کو دفعتاً یہ آواز کانوں میں آئی کہ علی کہاں ہیں ؟ یہ آواز بالکل غیر متوقع تھی کیونکہ جناب موصوف کی آنکھوں میں آشوب تھا ۔ آپ نے ان کی آنکھوں میں لعابِ دہن لگایا اور دعا فرمائی ۔ مرحب بڑے طمطراق سے آیا لیکن حضرت علیؓ نے اس زور سے تلوار ماری کہ سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک آتر آئی ۔ مرحب کے مارے جانے پر یہود نے جب عام حملہ کیا تو تفاق سے حضرت علیؓ کے ہاتھ سے ڈھال گر پڑی آپ نے قلعے کا دروازه

جو سر تا پا پارہ سنگ تھا اکھاڑ کر اس سے ڈھال کا کام لیا -

یہ قلعہ قموص ۲۰ دن کے محاصرہ کے بعد فتح ہو گیا جس میں ۹۳ یہود مارے گئے -

غزوہ خیبر کا جائزہ :

خیبر اسلامی ریاست کے خلاف ایک نہایت ہی فعال سیاسی اڈا تھا اور جنگی سازشوں کا مرکز بھی - خیبر کے یہود نہ صرف احد کے پس منظر میں محاربانہ حرکتیں کر چکے تھے بلکہ جنگ احزاب میں ان کا پارٹ بہت ہی سرگرمی کا تھا - اس معرکہ کی نوعیت غیر معمولی ہے اور بڑے معرکوں میں شمار کیا جا سکتا ہے - یہود کے سیاسی جرائم ہی اصل وجہ اقدام تھے اور اسی لیے ان سے معاملہ بھی سیاسی جنگ کا سا کیا گیا وہ بازی ہر گئے تو ان کی سرزمین کو باقاعدہ مفتوح بنا لیا گیا - اور ان کو رعیت کی حیثیت دی گئی -

۵- غزوہ موتہ :

موتہ شام میں ایک مقام کا نام ہے - جو بلقاء کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے -[۱] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کے نام سے ایک خط لکھا تھا - ان میں ایک شرجیل بن عمرو بھی تھا جو اسی علاقے بلقاء کا رئیس اور قیصر کا ماتحت[۲] تھا - حضرت حارث بن عمیر خط لے کر اس کے پاس گئے تو شرحبیل نے ان کو قتل کر دیا - جس کے قصاص کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار فوج تیار کر کے شام کی طرف روانہ کی - زید بن حارث کو سپہ سالاری ملی - ارشاد ہوا کہ اگر ان کو دولت شہادت نصیب ہو تو جعفر طیار اور وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ فوج کے سردار ہوں گے -

---

۱- معجم البلدان : ۸ : ۱۹۰ -
۲- سیرت النبی : ۱ : ۵۰۵ -

تو یہ مہم قصاص لینے کی غرض سے تھی چونکہ اصلی مقصد تبلیغ اسلام تھا اس لیے ارشاد ہوا پہلے ان کو دعوتِ اسلام دی جائے اگر اسلام قبول کر لیں تو جنگ کی ضرورت نہیں -

فوج مدینے سے روانہ ہوئی تو جاسوسوں نے شرحبیل کو خبر دی - جس نے مقابلے کے لیے کم و بیش ایک لاکھ فوج تیار کی - حضرت زیدرض نے یہ حالات سن کر چاہا کہ ان واقعات سے دربارِ رسالت کو اطلاع دی جائے - لیکن حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کہا ، ہمارا اصل مقصد فتح نہیں بلکہ دولتِ شہادت ہے - غرض یہ مختصر گروہ آگے بڑھا اور ایک لاکھ فوج پر حملہ آور ہوا - حضرت زیدرض برچھیاں کھا کر شہید ہوئے - اس کے بعد حضرت جعفررض نے علم ہاتھ میں لیا - پھر اس بے جگری سے لڑے کہ تلواروں سے چور ہو کر گر پڑے - حضرت جعفررض کے بعد حضرت عبداللہرض بن رواحہ نے علم ہاتھ میں لیا وہ بھی دادِ شجاعت دے کر شہید ہوئے - اب حضرت خالدرض سردار بنے اور نہایت بہادری سے لڑے کہ آٹھ تلواریں ان کے ہاتھوں کے ٹوٹ گئیں لیکن ایک ہزار سے تین ہزار کا کیا مقابلہ تھا - بڑی کامیابی ہی تھی کہ فوجوں کو دشمن کی زد سے بچا لائے -

جائزہ :

سفیروں کا قتل بالاتفاق بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی ہے - اسے اگر کوئی حکومت چپ چاپ سہار لے تو پھر ایسی حکومت کا کوئی وزن باقی نہیں رہ جاتا - اس کے علاوہ حضرت زید کو سپہ سالار بنانا اسلامی انقلاب کا ایک ترجمان تھا کہ ایک شخص غلامی کے مرتبے سے فوج کی سپہ سالاری کر سکتا ہے - چونکہ دشمن کی تعداد زیادہ تھی غیر ملک تھا - حالات نئے تھے رسد کا انتظام کرنا مشکل تھا کمک کی اُمید بھی نہ تھی اس لیے یہ لشکر مدینے واپس آ گیا -

۶۔ فتح مکہ :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کا سب سے مقدم فرض توحید خالص کا احیاء اور حرم کعبہ کو آلائش شرک سے پاک کرنا لیکن قریش کے پے در پے حملوں اور عرب کی مخالفت عام نے پورے اکیس برس تک اس فرض کو روکے رکھا ۔ صلح حدیبیہ کی وجہ سے کچھ عرصے تک امن و سکون قائم رہا لیکن اس کے بعد حالات کچھ ایسے پیدا ہوئے جس کی وجہ سے معاہدہ حدیبیہ کالعدم ہو گیا ۔ چنانچہ ابو سفیان کو معاہدے کی تجدید کے لیے بھیجا گیا لیکن وہ ناکام لوٹے ۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی تیاریاں کیں ۔ اتحادی قبائل کے پاس قاصد بھیجے کہ تیار ہو کر آئیں ۔ احتیاط کی گئی کہ اہل مکہ کو خبر نہ ہونے پائے ۔ ۱۰ رمضان ۸ھ کو قافلۂ نبوی نہایت عظمت و شان سے مکہ معظمہ کی طرف بڑھا ۔ دس ہزار فوج ساتھ تھی ۔ قبائل عرب راہ میں آ کر ملتے جاتے تھے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تمام فوج نے الگ الگ آگ روشن کی جس سے تمام صحرا وادی ایمن بن گیا ۔ فوج کی آمد کی بھنک قریش کے کانوں میں پڑ چکی تھی ۔ چنانچہ ابو سفیان ، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء اس مقصد کے لیے بھیجے گئے حضرت عمرؓ جذبہ انتقام کو ضبط نہ کر سکے ۔ لیکن حضرت عباسؓ نے جان بخشی کی درخواست کی صحیح بخاری میں ہے کہ گرفتار ہونے کے ساتھ ابو سفیان نے اسلام قبول کر لیا ۔

لشکر اسلام جب مکے کی طرف بڑھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے ارشاد فرمایا کہ ابو سفنان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کر دو کہ افواج الٰہی کا جلال آنکھوں سے دیکھ لیں ۔ کچھ دیر بعد دریائے اسلام میں تلاطم شروع ہوا ۔ قبائل عرب کی موجیں

جوش مارتی ہوئی بڑھیں ۔ ابو سفیان یہ دیکھ کر پکار اٹھے ۔

اليوم يوم الملحمة تستحل الكعبه

آج گھمسان کا دن ہے آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا ۔

اس کے بعد اعلان کر دیا گیا کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا یا ابو سفیان کے ہاں پناہ لے گا یا دروازہ بند کرلے گا اس کو امن دیا جائے گا ۔

جائزہ :

فتح مکہ تحریک اسلامی کی تاریخ کا عظیم ترین واقعہ ہے ۔ اب گویا نظام حق کے راستے سے سب سے بڑی مزاحم طاقت ہٹ گئی تھی ۔ عرب کی دیرینہ جاہلی قیادت کا یہ مرکز تھا اور اس قیادت کا انہدام جب تک نہ ہو جاتا اور لوگوں کی ذہنی وابستگی کا یہ قدیمی محور جب تک ٹل نہ جاتا ممکن ہی نہ تھا کہ اسلامی انقلاب کی رو پوری رفتار سے آگے بڑھ سکتی جب جاہلی قیادت کا علم سرنگوں ہو گیا تو پھر نظام جاہلی کا برقرار رہنا اور جاہلیت کے گرد عوام کا سمٹے رہنا ممکن نہ رہا ۔

عوام الناس کی بہت سی پیچیدگیاں فتح مکہ نے ختم کر دیں ۔ بہت سے قبائل اسلام کی طرف بڑھنے سے اس لیے معذور تھے کہ قریش کے ساتھ یا تو ان کے حلیفانہ تعلقات تھے یا معاشی طور پر وہ ان کے دست نگر اور مقروض تھے ۔ یا ان کی سماجی برتری سے مرعوب اور مذہبی لحاظ سے ان کا پروہتی سے مسحور تھے ۔ قریش کی عظمت کا بت جب ٹوٹ گیا تو ان کے راستے صاف ہو گئے ۔

۷۔ غزوہ حنین :

حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے ۔ اسلام کی فتوحات کا دائرہ گو وسیع ہوتا جاتا تھا لیکن اہل عرب یہ دیکھ رہے تھے

کہ ان کا قبلہ اعظم یعنی مکہ محفوظ ہے لیکن مکہ جب فتح ہوا تو تمام قبائل نے خود پیش قدمی کی اور اسلام قبول کرنا شروع کیا لیکن ہوازن اور ثقیف پر ان کا الٹا اثر پڑا - یہ قبیلے نہایت جنگجو اور فنون جنگ سے واقف تھے - اس لیے یہ بڑے زور شور سے خود حملے کے لیے بڑھے - فوج کی سرداری کے لیے مالک بن عون کا انتخاب کیا گیا لیکن مشیر درید بن الصمۃ تھا جو عرب کا مشہور شاعر اور قبیلۂ جثم کا سردار تھا -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان واقعات کی خبر پہنچی تو آپ نے تصدیق کے لیے ایک صحابی کو بھیجا جنھوں نے جاسوس بن کر تمام حالات کا جائزہ لیا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبوراً مقابلے کی تیاریاں کیں - اور سامان جنگ کے لیے قرض کی ضرورت پیش آئی شوال ۸ھ میں اسلامی فوجیں جن کی تعداد بارہ ہزار تھی اس سازو سامان سے حنین پر بڑھیں کہ بعض صحابہ کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکل گئے آج ہم پر کون غالب آ سکتا ہے لیکن بارگاہ ایزدی میں یہ نازش پسند نہ تھی فتح کی بجائے پہلے ہی حملے میں مطلع صاف تھا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اٹھا کر دیکھا تو رفقاء خاص میں سے کوئی پہلو میں نہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنی جانب دیکھا اور پکارا ''یا معشر الانصار'' آواز کے ساتھ صدا آئی : ''ہم حاضر ہیں'' پھر آپ نے بائیں جانب مڑ کر پکارا اب بھی وہی آواز آئی - آپ سواری سے اتر پڑے اور جلال نبوت کے لہجے میں فرمایا :

انا النبی لا کذب — میں پیغمبر ہوں - جھوٹ نہیں ہے
انا ابن عبدالمطلب — میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

اس پُر اثر آواز کا کانوں میں پڑنا تھا کہ تمام فوج دفعتاً پلٹ پڑی - جن لوگوں کے گھوڑے کشمکش اور گھمسان کی وجہ سے مڑ نہ سکے انھوں

نے زرہیں پھینک دیں اور گھوڑوں سے کود پڑے - دفعتاً لڑائی کا رنگ بدل گیا - کفار بھاگ نکلے اور جو رہ گئے ان کے ہاتھوں میں ہتکڑیاں تھیں -

جائزہ :

اس غزوہ میں حق کے ان سپاہیوں کے دلوں میں کسی نہ کسی نوع سے یہ تاثر ابھرا کہ آج ہم مکہ کے فاتح ہیں - ہماری تعداد کثیر ہے اور ہمارے ساتھ سامانِ جنگ بافراط ہے - ظاہر بات ہے کہ ایسا احساس کمزور کرنے ہی کا موجب ہوتا ہے ان لوگوں کو یہ خیال نہ رہا کہ وہ شہنشاہ حقیقی کے سپاہی ہیں جسے اپنے بندوں کی طرف سے غرور کی ایک رمق بھی گوارا نہیں غرور خدا اور بندوں کے درمیان آہنی حجاب بن جاتا ہے اور تائیدِ الٰہی کی وہ تمنا بے تاب باقی نہیں رہتی جو کسی بھی اسلامی معرکے کی جان ہوتی ہے -

اس معرکے سے داخلی طور پر مخالف انقلاب تخریبی قوت کا سر پوری طرح کچلا گیا - اب گویا نظام اسلامی قطعی طور پر عرب کے لیے مقدر بن گیا - کسی اور کے لیے آگے بڑھنے کا راستہ نہ رہا -

۸- غزوہ تبوک :

تبوک ایک مشہور مقام ہے جو مدینہ اور دمشق کے وسط میں نصف راہ پر مدینے سے چودہ منزل پر واقع ہے - جنگِ موتہ کے بعد رومی سلطنت نے عرب پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا - غسانی خاندان جو شام میں رومیوں کے زیرِ اثر حکومت کر رہا تھا -مذہباً عیسائی تھا - اس لیے قیصرِ روم نے اسی کو اس مہم پر متعین کیا -

شام کے نبطی سوداگر مدینے میں روغن زیتون بیچنے آیا کرتے تھے انھوں نے خبر دی کہ رومیوں نے شام میں لشکر گراں جمع کیا ہے اور فوج کو سال بھر کی تنخواہیں تقسیم کر دی ہیں - بہرحال یہ خبریں تمام عرب میں پھیل گئیں اور قرائن اس قدر قوی تھے کہ غلط ہونے کی کوئی

وجہ نہ تھی ۔ اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کو تیاری کا حکم دیا ۔ سوء اتفاق یہ کہ سخت قحط اور شدت کی گرمیاں تھیں اس لیے لوگوں کا گھروں سے نکلنا نہایت شاق تھا ۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قبائل عرب سے فوج امداد اور مالی اعانت طلب کی ۔ صحابہ میں سے حضرت عثمانؓ نے دو سوا وقیہ چاندی اور دو سو اونٹ پیش کیے ۔ اکثر صحابہ نے بڑی بڑی رقمیں لا کر جمع کیں ۔ تاہم کچھ مسلمان اس بنا پر رہ گئے کہ سفر کا سامان نہیں رکھتے تھے ۔

غرض آپ تیس ہزار فوج کے ساتھ مدینے سے نکلے جس میں دس ہزار گھوڑے تھے ۔ تبوک پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ خبر صحیح نہ تھی لیکن اصلیت سے بالکل خالی بھی نہ تھی ۔ غسانی رئیس عرب میں ریشہ دوانیاں کر رہا تھا ۔

تبوک پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دن تک قیام کیا ۔ ایلہ کا سردار جس کا نام یوحنا تھا اس نے حاضرِ خدمت ہو کر جزیہ دینا منظور کیا ۔ ایک سفید خچر بھی نذرانہ پیش کیا جس کے صلے میں آپ نے اس کو رداء مبارک عنایت فرمائی ۔ جربا اور اذرح کے عیسائی بھی حاضر ہوئے اور جزیہ پر رضامندی ظاہر کی ۔ اکیدر ایک عربی سردار جو قیصر کے زیرِ اثر تھا حضرت خالد کے ہاتھوں گرفتار ہوا اور دربارِ نبوی میں حاضر ہو کر شرائط صلح پیش کیں آپ نے اس کو امان دی ۔

تبوک سے واپسی پر جب آپ مدینے کے قریب پہنچے تو لوگ عالمِ شوق میں استقبال کو نکلے ۔

جائزہ :

یہ غزوہ اسلامی شان و شوکت کا عظیم مظہر ہے جس میں محض کثرت تعداد کی بدولت کفار پر رعب چھا گیا اور انھیں مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور جزیہ پیش کر کے اسلامی ریاست کے رعایا بن گئے ۔

دراصل ان لوگوں کو کسی نے غلط خبر دی تھی کہ مدینے کے نبی کا (نعوذ باللہ) انتقال ہو گیا ہے اور حملے کے لیے یہ بہترین وقت ہے اب جب معلوم ہوا کہ نبی بھی زندہ ہے اور مدینہ بھی زندہ ہے تو ان کے عزائم پر اوس پڑ گئی - بہرحال اس فوجی پیش قدمی کا سیاسی لحاظ سے بہت ہی اچھا اثر پڑا حضور علیہ الصلوۃ السلام نے تقریباً ایک ماہ وہاں کیمپ رکھا - اس دوران میں سیاسی اثرات پھیلانے کا کام نہایت کامیابی سے جاری رہا -

حرفِ آخر :

غزواتِ نبوی پر ایک نظر ڈالنے سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ پیغمبر تھے کہ ایک فاتح - جہاد کے معرکوں میں آپ کے ہاتھ میں گو تلوار و ڈھال اور جسم مبارک پر خود اور زرہ ضرور ہوتے تھے لیکن اس وقت بھی پیغمبر اور سپہ سالار کا فرق صاف نظر آتا -

عین اس وقت جب کہ معرکۂ کار زار گرم ہے - تیروں کا مینہ برس رہا ہے تمام میدان لالہ زار بن گیا ہے ہاتھ اور پاؤں اس طرح کٹ رہے ہیں جس طرح موسم خزاں میں پتے جھڑتے ہیں - دشمن کی فوجیں سیلاب کی طرح بڑھی آ رہی ہیں - عین اس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ دعا آسمان کی طرف بلند ہے - سپاہی باہم نبرد آزما ہیں اور سر مبارک سجدہ ایاز میں ہے - معرکہ بدر میں حضرت علیؓ عین شدتِ جنگ میں تین بار خبر لینے کے لیے آئے اور ہر دفعہ دیکھا کہ وہ مقدس پیشانی خاک پر ہے - فوجیں تیروں کا مینہ برسا رہی ہیں اور لڑائی کا فیصلہ نہیں ہوتا - فاتح بےصلاح زمین سے مٹھی بھر خاک اٹھا لیتا ہے اور دشمن کی طرف پھینکتا ہے دفعتاً فوجوں کا بادل پھٹ کر مطلع صاف ہو جاتا ہے -

☆ ☆ ☆